ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر عنبر فاطمہ عابدی[*]

اردو میں سلام نگاری کی تاریخ کا اجمالی جائزہ: آغاز سے بیسویں صدی تک

A cursory view of the history of Salam Writing in Urdu: From the beginning to the 20th century.

By Dr. Ambar Fatima Abidi, Teaching Associate, Department of Urdu, University of Karachi.

ABSTRACT

A cursory view of the history of Salam in Urdu, from the begining to the 20th century" covers the historical background, literary and cultural perspectives of Salam, an important genre of religious poetry. As far as history is concerned, this elegiac form of poetry is traced back to the early Deccani period of Urdu poetry. The verses written during that period are often supposed to be marsiya but were generally in the form of Salam. The journey of salam went on to Northern India, and poets like Sauda, Ghalib, Mir and Anees took this genre on the peak of its hight in the 20th century, many poets portray *Salam* as not just a source of crying and mourning but also as a potential medium to convey the message of Karbala to the minds of masses.

Keywords: Salam, elegiac poem, potential medium, message of Karbala.

مذہبی شاعری کی اصناف میں سلام وہ واحد صنف ہے جو اردو زبان میں پروان چڑھی۔ دیگر اصناف سخن میں حمد ومناجات، نعت، منقبت، کی تاریخ کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا تمام اصناف کے علاوہ

[*] ٹیچنگ ایسوسی ایٹ، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مرثیہ بھی عربی اور فارسی شاعری میں رائج رہا ہے، تاہم صنفِ سلام اس حوالے انفرادی اہمیت کی حامل ہے جو صرف اردو میں پھلی پھولی۔ عربی میں متفرق اشعار جو اسلام سے موضوعاتی ربط رکھتے ہیں اس زبان کے قصائد میں مل جائیں گے لیکن ایک علیحدہ صنف کے اعتبار سے سلام کا عربی میں وجود نہیں۔ ایرانی فارسی گویوں کے یہاں سلام تلاش ہی سے ملتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں بھگتی اور عقیدت کی عام فضا سے متاثر ہو کر یہاں کے فارسی گویوں نے سلام لکھے ہیں۔ بعد میں ''سلام برخواں'' کی روایت کو اردو نے کچھ اس طرح اپنایا کہ اس پر بے شرکتِ غیر قابض ہوگئی اور اردو میں سلاموں کا ایک ضخیم ذخیرہ جمع ہوگیا۔(۱) سلام نگاری کی تاریخ کا جائزہ لینے سے پہلے یہاں اختصار کے ساتھ ''صنفِ سلام'' کو بیان کیا جارہا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے ''موازنۂ انیس و دبیر'' میں سلام کی تعریف یوں بیان کی ہے:

> اردو شاعری کی اصل بنیاد غزل کی زمین پر قائم ہوئی اور اقسام سخن میں سے اسی کو سب سے زیادہ فروغ ہوا۔ عام مرثیہ گویوں نے اپنے مضمون کی نوعیت کے لحاظ سے مسدس کا طریقہ اختیار کیا، لیکن غزل کی لے اس قدر کانوں میں رچ چکی تھی کہ ان لوگوں کو بھی اس انداز میں کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا تھا۔ اس بنا پر انھوں نے غزل کی طرز پر سلام ایجاد کیا۔ سلام کی بحریں وہی غزل کی ہوتی ہیں۔ غزل کی طرح مضمون کے لحاظ سے ہر شعر الگ الگ ہوتا ہے۔ سلام کی خوبی یہ ہے کہ طرح شگفتہ اور نئی، بندش سادہ اور صاف، مضمون درد انگیز و پر تاثیر ہو۔(۲)

غزل کی ہیت میں لکھی جانے والی صنف سلام کی مزید دو قسمیں یعنی ایک تحت اللفظ سلام۔ دوسرے سوز خوعانی کے سلام بھی خاص و عام میں مستحکم انداز میں رجحان پاتی گئیں۔ تحت اللفظ سلاموں کی خصوصیات میں سب سے اہم شہدائے کربلا کی جرات، ہمت، دلیری و شجاعت کے مضامین کو اجاگر کرنا ہے۔ پھر واقعہ کربلا سے مقصد حسینؑ اور افکار حسینی کو اپنانے کا شعور اور ایک انقلابی رجحان کا رنگ نظر آتا ہے۔ سلام کی دوسری قسم سوز خوانی کے محرکات کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھی جاتی رہی۔ سوز خوانی کے سلاموں میں حزن و الم اور مصائب کربلا کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ اردو شاعری میں صنف سلام کے آغاز کے بارے میں یہ سراغ ملتا ہے کہ جنوبی ہند میں جو قدیم ترین مرثیے ملے ہیں وہ عروضی ہیئت کے اعتبار سے سلام ہی میں شمار ہوتے ہیں۔ دور متقدمین تک سلام کسی خاص ہیئت کا پابند نہیں تھا۔ لہٰذا دکنی دور میں سلام نما مرثیے کو خاصا رواج حاصل ہوا۔(۳) اس ضمن میں جب دکنی دور کے شعرا کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کے عہد میں سلام نما مرثیوں کو

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

فروغ حاصل ہوا۔ اس دور میں برہان الدین جانم، ملک خوشنود، ہاشمی، محمد قلی قطب شاہ، عبد اللہ قطب شاہ، ملا وجہی، غواصی، ملا احمد، راناؔ قطبی، افضلؔ، کاظمؔ، عابدؔ عابد شاہ، احسانؔ ہاشم علی اور نظامی ممتاز شعرا ہیں جنھوں نے سلام نما مرثیے لکھے ہیں۔ دکنی شعرا میں سلطان قلی قطب شاہ کے دیوان میں ایسے سلاموں کے نمونے ملتے ہیں، جنھیں غلطی سے مرثیے کی صنف میں شمار کیا جاتا ہے، تاہم یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قلی قطب شاہ کے دور سے ہی سلام گوئی کی جان دار اور صحت مند روایت کا آغاز ہوتا ہے۔ قلی قطب شاہ کے کلیات سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وحید الحسن ہاشمی اپنے مضمون ''اردو میں سلام نگاری'' میں دکنی شعرا خاص طور پر قلی قطب شاہ کے سلاموں کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

> قلی قطب شاہ والئ بیجا پور کا جو دیوان دستیاب ہوا ہے اس میں چند سلام ملے ہیں، جنھیں نقادانِ فن نے غلطی سے مرثیے کے ذیل میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح دیگر دکنی دور کے شعرا کے کلاموں میں جو سلام ہیں وہ بھی فضائل و مصائب، امام حسینؑ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سلاموں میں وہ فنی پختگی اور شعری محاسن نظر نہیں آتے، جو لکھنوی شعرا کا طرۂ امتیاز ہے۔(۴)

دکنی سلاموں میں فنی محاسن کی کمی کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ دکن میں جتنے بھی سلام نما مرثیے لکھے گئے ہیں ان کا سب سے بڑا مقصد گریہ وزاری تھا لہٰذا تمام دکنی شعرا کے یہاں سادگی، خلوص، سچائی اور تاثیر نمایاں ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے دکنی دور کے تمام شعرا نے مثنویات لکھی ہیں اور زیادہ تر مثنویات کے آغاز میں حمد، نعت اور منقبت کے ساتھ ساتھ بزرگان دین پر تحفہ درود و سلام بھی پیش کیا ہے۔(۵) دکن کے دیگر شعرا جن کے کلام میں سلاموں کی مثالیں ملتی ہیں ان میں ذوقیؔ، محمود بحری، سید اشرف، ندیمؔ اور ولیؔ دکنی نمایاں ہیں۔ ولیؔ کی سلام گوئی کا تذکرہ کرتے ہوئے علی جواد زیدی نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ دوسرے شعرا کی سلام گوئی کی روایت کا بھی بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے:

> سلام گوئی کی روایت مرثیہ گویوں تک محدود نہیں تھی۔ ولی کی طرح متقدم اور مستند غزل گو بھی حصول ثواب کے لیے سلام کہہ لیا کرتے تھے اور یہ سلام مذہبی اجتماعات میں پڑھے جاتے تھے جیسا کہ ولیؔ کے مندرجہ ذیل سلام کے انداز مخاطب سے ظاہر ہوتا ہے:

اس نورِ مصطفیٰ پر، بولو سلام، یاراں   محبوبِ مرتضیٰ پر، بولو سلام، یاراں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اس پاک، پارسا پر، حیدر کے دل رُبا پر اس لعلِ بے بہا پر، بولو سلام، یاراں
یوجی ولؔی فدا کر، اس شاہِ کربلا پر اس لائقِ شہا پر، بولو سلام، یاراں(۶)

سلام گوئی کا سفر جو دکن میں جاری و ساری تھا، وہاں ولؔی کے بعد رضؔی، امامؔی، ہاشم علی، کاظم علی خاں کاظم اور درگاہ قلی خاں وہ نام ہیں جنھوں نے سلام گوئی کو اگلی منزل کی جانب بڑھایا۔

شمالی ہند میں سلام گوئی کا آغاز محمد شاہ رنگیلے کے عہدِ سلطنت میں ہوا۔ محمد شاہی دور کے اہم مرثیہ نگاروں مسکین اور فضلی نے مرثیوں کے علاوہ سلام بھی لکھے۔(۷) محمد شاہی دور کے دیگر شعرا جنھوں نے سلام لکھے ہیں، ان میں خادم دہلوی، جانفشاں دہلوی، شاکر ناجی اور شاہ حاتم دہلوی شامل ہیں۔ ابتدائی دور کے سلاموں کا مطالعہ اس امر کی نکتے نشاندہی کرتا ہے کہ چوں کہ یہ سلام ایامِ عزا کے حوالے سے مخصوص تھے لہٰذا ان میں ادبی چاشنی کے بجائے محض عقیدت کا رنگ غالب ہے۔ ہیئت کے لحاظ سے بھی ابتدائی دور کے سلاموں میں کسی خاص پابندی کا التزام نہیں رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ متقدمین کے بعض شعرا نے مفرد اشعار کے سلاموں کے علاوہ مثلث یا مربع اور ترکیب بند کی ہیئت میں بھی سلام لکھے ہیں۔ اردو سلام نگاری میں سوداؔ اور میرؔ کا عہد انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ سوداؔ اور میرؔ نے سلام گوئی میں نہ صرف زبان و بیان کی درستگی اور ادبی محاسن پر توجہ کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سلام کے لیے ہیئت کے انتخاب میں بھی سوداؔ و میرؔ سرِفہرست ہیں۔ علی جواد زیدی اس ضمن میں یوں رقم طراز ہیں:

> سوداؔ اور میرؔ کا زمانہ سلام کی تاریخ میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور میں کئی سلام نگار سامنے آتے ہیں، بیان کی ناہمواری تقریباً دور ہوجاتی ہے، زبان بھی نکھر رہی ہے... اس دور تک آتے آتے منفردہ یا غزل کی ہیئت تقریباً مسلم ہوچکی تھی اور شاذ ہی انحراف ہوتا تھا... میرؔ و سوداؔ کے ہاتھوں میں پہنچ کر، دوسرے اصناف کی طرح اس صنف کی بھی ادبی حیثیت سنورتی ہے... ان استادوں کے ہاتھوں میں پہنچ کر سلام، قصیدے کی بلند آہنگی اور غزل کے گداز کی آمیزش کے ساتھ ساتھ بے جھول اور صاف ستھرا اندازِ بیان اختیار کر لیتا ہے۔(۸)

اس تفصیلی اقتباس کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں اردو سلام نگاری کا ''عہدِ زرّیں'' سوداؔ ور میرؔ کا دور ہے۔ سوداؔ کے کلیات (جلد دوم) میں گیارہ سلام موجود ہیں۔ ان سلاموں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی زبان میں پاکیزگی اور سادگی ہے نیز اخلاص اور ستھرا بیان بھی ان کے سلاموں کی خوبیاں ہیں۔(۹) چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ادب سے بھیجے ہے تجھ پر ترا غلام سلام — قبول ہو تری خدمت میں یا امام سلام
تو وہ امام ہے جس پر کہ روح نبیوں کی — درود بھیجے ہے دن رات صبح و شام سلام
جو عرش پر ہے مخاطب یہ جبرئیلؑ امین — ہمیشہ بھیجے ہے تیرا وہ لیکے نام سلام(۱۰)

سوداؔ کے بعد اب یہاں میر تقی میرؔ کے سلام کے چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

اے شہ عالی مقام تجھ پہ درود و سلام — بعد ہزاراں سلام تجھ پہ درود و سلام
اے شہ من الوداع وے مومن الوداع — اے گلِ تر السلام تجھ پہ درود و سلام(۱۱)

اسی عہد کے ایک اور اہم شاعر میر ضاحک ہیں۔ ان کے کلیات میں مراثی کے علاوہ سلاموں کی بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔

میرؔ و سوداؔ کا عہد اردو سلام نگاری کا ''دورِ تشکیل'' کہلاتا ہے اور یہ دور اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ اس زمانے میں اردو سلام نگاری کو مذہبی اصناف سخن میں باقاعدہ شمار کیا جانے لگا۔ موضوع، ہیئت اور سلام کی لفظیات میں بھی کچھ معیارات کو پیش نظر رکھا گیا۔ مثلاً ہر شعر میں سلام اور السلام جیسے الفاظ کی تکرار کے بجائے آغاز میں سلامی، مجرائی، مجرئی یا مجرا اُسے، کے الفاظ صرف ایک بار اندازِ تخاطب کے لیے استعمال کیے جانے لگے۔ سلامی اور مجرائی خود شاعر بھی ہوسکتا تھا اور حاضرین و سامعین بھی، تاہم بتدریج یہ ہلکا سا تخاطب بھی غیر ضروری ہوگیا اور کچھ مخصوص مضامین کا شمول اور عام اعتقادی فضا ہی کافی سمجھی جانے لگی۔ اس طرح سلام ایک مستقل صنف کی حیثیت سے اُبھر آیا۔(۱۲) سلام نگاری کا سفر سبک روی سے اگلی منزل یعنی دورِ تعمیر کی جانب بڑھتا ہے تو یہاں اس کی ترویج و ترقی کے لیے میر مستحسن خلیقؔ، میر ضمیرؔ، مرزا فصیحؔ اور دلگیرؔ موجود ہیں۔ ڈاکٹر سید قمقام حسین جعفری نے ان چاروں شعرا کو سلام نگاری کے عناصر اربعہ قرار دیا ہے۔(۱۳) یہ ذکر تو لکھنؤ کا ہے، اگر دلی کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ دلی میں بہادر شاہ ظفر کے دور سلطنت میں صنف سلام مذہبی شاعری میں مقبول ہوچکی تھی۔ اس ضمن علی جواد زیدی یہ بیان کرتے ہیں:

> دلّی میں بہادر شاہ ظفر کا دور اور لکھنؤ میں ضمیر و خلیق کا دور لٹتی ہوئی سرکاروں کا دور تھا۔ اس دور میں منقبتی اور رثائی ادب اپنے عروج کو پہنچا۔ دلی میں اٹھارہویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے شروع سے سلاموں پر توجہ کی جانے لگی تھی... بہادر شاہ ظفرؔ کے دور میں سلام ایک مقبول صنفِ سخن بن چکا تھا۔ ظہیرؔ، ظفرؔ، غالبؔ، سالکؔ، افسوس، عارفؔ، مولوی محمد باقرؔ شہید کی طرح کئی شعرا کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سلام موجود ہیں۔ اُدھر لکھنؤ میں احسانؔ و گدا، ضمیرؔ و خلیقؔ، فصیحؔ و دلگیرؔ نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔(۱۴)

اردو سلام نگاری کا دورِ تعمیر میر مستحسن خلیقؔ کی سلام نگاری کے تذکرے کے بغیر ممکن نہیں۔ خلیق نے زندگی کے آخری حصے میں جو سلام تحریر کیے ان میں واقعات کربلا کے ساتھ ساتھ پند و نصائح اور دنیا کی عبرت کو بھی بیان کیا ہے۔ خاص طور پر عمر کے آخری حصے میں ان کے سلام فقط واقعہ کربلا کے عزائیہ مضامین تک محدود نہیں رہے بلکہ عبرت و موعظت وغیرہ کے سنجیدہ مضامین بھی ان میں شامل ہوگئے۔(۱۵) مثال کے طور پر یہ اشعار دیکھیے:

دنداں گئے کہ جوہرِ تیغِ زباں گیا مجرائی طبع کند ہے لطفِ بیاں گیا
جب نالۂ حسین سوئے آسماں گیا سینوں میں قدسیوں کے جگر کانپنے لگے
یاں کس مکیں کے ساتھ بتاؤ مکاں گیا خالی پڑی ہیں خلق میں کیا کیا عمارتیں
باغِ جہاں سے بلبلِ ہندوستاں گیا(۱۶) گزری بہارِ عمر خلیق اب کہیں گے سب

اردو سلام نگاری کے دورِ تعمیر کے دوسرے اہم شاعر میر ضمیر ہیں۔ میر ضمیر کے استاد مصحفی اپنے تذکرے ''ریاض الفصحا'' میں ان کی مرثیہ گوئی اور سلام نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

جب یہ فقیر کی شاگردی کے حلقے میں داخل ہوئے تو اس بات کا ارادہ رکھتے تھے کہ جب شعر کہنے پر قدرت ہوجائے گی تو مرثیہ وسلام جناب سیّدالشہدا علیہ السلام کہا کروں گا۔ آخر ایسا ہی ہوا جب مشقِ سخن میں انتہا کو پہنچے تو مرثیہ گوئی میں نام پیدا کیا۔(۱۷)

مرزا فصیحؔ بھی اسی دورِ تعمیر سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے ناسخؔ کے مشورے پر کاربند ہو کر غزل کے میدان کے بعد سلام اور مرثیہ گوئی کا آغاز کیا۔ اور سلام نگاری کے علاوہ مرثیہ گوئی میں بھی کامیاب رہے۔ اردو سلام نگاری کے دورِ تعمیر کے چوتھے ستون غلام حسین دلگیر ہیں۔ دلگیر نے پانچ سو سے زائد مراثی تخلیق کیے ہیں۔ سلاموں کی تعداد بھی کافی ہے۔ خلیق، ضمیر، فصیح و دلگیر کی سلام نگاری کے بارے میں جدا جدا تبصرے کو ڈاکٹر قمقام حسین جعفری کی اس رائے میں مجتمع کیا جارہا ہے:

عناصرِ اربعہ کی ادبی کاوشوں کی وجہ سے صنف سلام نے بتدریج ترقی کی۔ موضوعات میں بھی اضافے ہوتے رہے اور اسالیب بیان بھی وضع کیے گئے۔(۱۸)

اسی عہد کے دیگر شعرا جنھوں نے سلام نگاری کو اپنایا ان میں شیخ امام بخش ناسخ اور ان کے شاگرد باقر علی خاں تشفیؔ اور علی اوسط رشکؔ نمایاں ہیں۔ اس طرح اگر اردو سلام نگاری کے ادوار کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کہ سلام نگاری تین ادوار سے گذرتی ہوئی دبستانِ لکھنؤ کے قیام کے بعد بتدریج آگے بڑھتی رہی:

۱) پہلا دور (دورِ تشکیل) میر وسودا اور ضاحک ومیر حسن کی سلام نگاری کا کہلاتا ہے۔

۲) دوسرا دور (دورِ تعمیر) خلیق وضمیر اور فصیح ودلگیر کی سلام نگاری پر مشتمل ہے۔

۳) تیسرا دور (دورِ عروج) انیس ودبیر اور ان کے معاصرین وتلامذہ کا کہلاتا ہے، جن میں مونسؔ، پیارے صاحب رشیدؔ، غالبؔ، مرزا عشقؔ، مرزا تعشقؔ، میر انسؔ، واجد علی شاہ اخترؔ وغیرہ شامل ہیں، تاہم دورِ عروج کے نمایاں ترین شاعر میر انیس ہیں۔ انیس کے سلام بھی انھی تمام عناصر کا مرقع ہیں جن کی وجہ سے مراثی انیس کو شہرتِ عام اور بقائے دوام حاصل ہے۔ بقول امداد امام اثر:

> خوبیٔ زبان، چستی بندش، بلند پروازی مضامین، رنگینیٔ طبیعت محتاج بیان نہیں ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر انیسؔ صاحب مرحوم جس عمدگی کے ساتھ مرثیہ نگاری فرماتے تھے اسی طرح سلام کے لکھنے پر ایک حیرت انگیز قدرت رکھتے تھے۔[۱۹]

میر انیس کے سلاموں کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ ان میں حمد ونعت، منقبت اور رثائیت غرض تمام موضوعات ملتے ہیں۔ نیز اخلاقیات، صبر وقناعت، عزم وحوصلہ، طہارت باطن، سخاوت وشجاعت، عاجزی وانکساری، صراطِ مستقیم پر ثابت قدمی، تصنع و بناوٹ سے بیزاری، محنت کی عظمت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سمیت وہ تمام مضامین موجود ہیں جو تمام انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے درس ورہنمائی فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ یہاں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ میر انیس کے ہاں تحت اللفظ اور سوز خوانی، دونوں طرح کے سلام ملتے ہیں۔ تحت اللفظ سلاموں میں حمد و نعت اور منقبت اور اخلاقیات کا رنگ نمایاں ہے جبکہ سوز کے سلاموں میں رثائی انداز غالب ہے۔ یوں تو موضوعاتی اعتبار سے سلام عموماً رثائیت کا رنگ لیے ہوتا ہے، تاہم میر انیس کے سلاموں میں جن دیگر مضامین کو بیان کیا گیا ہے ان کی مثالیں یہاں مختصر طور پر پیش کی جارہی ہیں:

حمد:

اُسی کا نور ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا اُسی کی شان نظر آگئی جدھر دیکھا[۲۰]

نعت:

ظہورِ نورِ محمدؐ ہوا خلیل کے بعد چھپا جو چاند، زمانے میں آفتاب آیا[۲۱]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

منقبت:

بولے احمدؐ کہ مرے قوتِ بازو شاباش جس گھڑی دستِ علی میں درِ خیبر دیکھا(۲۲)

اخلاقیات:

جز خدا جھکتے نہیں ہم ماسوا کے سامنے ہاتھ پھیلائے تو انگر کیا، گدا کے سامنے(۲۳)

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں اس زمیں سے واہ، کیا کیا آسماں پیدا ہوئے(۲۴)

اپنی زباں سے پوچھ خموشی کی لذتیں جاہل سے اعتراض پہ جھگڑا نہ چاہیے(۲۵)

جو سخی ہیں مالِ دنیا سے ہیں خالی ان کے ہاتھ اہل دولت جو ہیں وہ دستِ کرم رکھتے نہیں(۲۶)

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو(۲۷)

میر انیسؔ نے قدیم سلام نگاروں کے اسلوب کو پیش نظر رکھتے ہوئے سلام میں غزل کا آہنگ بھی شامل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انیس کے بیشتر سلاموں میں رنگ تغزل بھی نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے سلام میں غزلیہ اسلوب کے بارے میں یہ تحریر کیا ہے:

> سلام کا مطالعہ تو یہاں تک ظاہر کرتا ہے کہ سلام میں غزل کی جن خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے وہ میر انیس کی ہی ایجادات میں شامل ہیں۔(۲۸)

انیس کے سلام یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انھوں نے مرثیے کی خصوصیات اور اجزا کو بھی سلاموں میں پیش کیا۔ انھوں نے خالصتاً جو سلام واقعات کربلا کے موضوع کے تحت لکھتے ہیں ان میں جنگ وسراپا، رجز، تلوار اور گھوڑے بھی شامل ہیں۔ مزید یہ کہ ان کے سلاموں میں رثائیت کے اشعار بڑی تعدد میں ملتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

گزر گئے تھے کئی دن کہ گھر میں آب نہ تھا مگر حسین سے صابر کو اضطراب نہ تھا(۲۹)

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حسین کہتے تھے! واحسرتا علی اکبر بہارِ باغِ جوانی ہمیں دکھا کے چلے[۳۰]

مرزا دبیر کا تعلق بھی اسی دور سے ہے جب لکھنؤ میں سلام نگاری کا دورِ عروج تھا۔ مرزا دبیر کے سلاموں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

نانا نے جس کے مجرئی شق القمر کیا مثلِ قمر اسے شفقِ خوں میں تر کیا
ہمراہ شہ کے مجرئی جس نے سفر کیا گھر تو چھٹا پہ فاطمہ کے دل میں گھر کیا[۳۱]

قاتل سے شاہؑ کہتے تھے کر ذبح جلد جلد ظالم مری بہن کو کہیں یہ خبر نہ ہو
لکھا قضا نے شاہ کی قسمت میں آبِ تیغ یعنی گلوئے خشک کسی طرح تر نہ ہو[۳۲]

ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا دبیر کے سلاموں میں رثائیہ وعزائیہ رنگ غالب ہے۔ جس کا اظہار سید نظیر الحسن فوقؔ نے اس طرح کیا ہے:

> مرزا صاحب کے کلام پراز بسکہ مرثیت کا رنگ ہمیشہ غالب رہتا ہے اس لیے سلاموں میں ان کی توجہ فقط الفاظ کی سادگی وصفائی اور مضمون کی درد انگیزی پر رہتی ہے اور مرثیت کے مضامین کے علاوہ عام رنگین مضامین کے اشعار ان کے سلاموں میں کم ملتے ہیں۔[۳۳]

دورِ عروج سے تعلق رکھنے والے سلام نگاروں میں میر مونس، میر انس، مرزا عشق اور مرزا تعشق کے علاوہ میر انیس کے شاگرد اور خانوادے سے تعلق رکھنے والے شعرا بھی شامل ہیں۔ جن میں میر نفیس، محمد علی حزیں، میر سلیسؔ، میر جعفر علی ملول، حکیم محمد رسول شیدا، سید محمد افضل فارغ، سید فضل علی وقارؔ، آغا مہدی حسن فکرؔ اور مرزا محمد ذکیؔ وغیرہ شامل ہیں۔

دہلوی شعرا میں مرزا غالب اور ظہیر دہلوی کے نام نمایاں ہیں۔ مرزا غالب کے مشہور سلام کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلام اُسے کہ اگر بادشہ کہیں اُس کو تو پھر کہیں کہ کچھ اس سے سوا کہیں اُس کو
نہ بادشاہ نہ سلطاں یہ کیا ستائش ہے؟ کہو کہ خامسِ آلِ عبا کہیں اُس کو
ہمارا منہ ہے کہ دیں اُس کے حسن صبر کی داد؟ مگر نبیؐ و علیؑ مرحبا کہیں اُس کو[۳۴]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سلام نگاری کا دورِ عروج جو دبستان انیس دبیر سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنی اگلی منزل کی جانب بڑھتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ شعرا ایسے ہیں جن کی شاعری کا آغاز میر انیس کے دورانِ حیات ہی میں ہو چکا تھا اور یہ شعرا لگ بھگ بیسویں صدی کی پہلی دہائی تک موجود رہے۔ گویا ان شعرا نے انیسویں صدی سے بیسویں صدی میں سلاموں کو منتقل کرنے اور مضامین میں نئے رخ عطا کرنے میں ایک پل کا کام انجام دیا۔ ان شعرا میں اسیر لکھنوی، امیر مینائی، داغ دہلوی نمایاں ہیں۔ بیسویں صدی میں کچھ ایسے شعرا بھی ملتے ہیں جن کا تعلق انیس و دبیر کے بعد کے عہد سے ہے۔ ان میں پیارے صاحب رشید، مولانا محمد علی جوہر، میر محمد علی مسرور، میر مہدی علی شہید یار جنگ شہید، بیاں سید محمد مرتضیٰ میرٹھی، سید ناصر علی تاسف، میر احمد حسین عتیق، ہاتف سیتا پوری، حسرت موہانی، ریاض خیر آبادی، علی محمد عارفؔ لکھنوی، نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام حیدر آباد دکن، سید خورشید حسن عروجؔ عرف دولہا صاحب، سید ظفر حسین فائق، محب علی محمد خاں مہاراجا محمود آباد، میر محمد ہادی وحید اور آرزو لکھنوی شامل ہیں۔ مذکورہ بالا شعرا نے اردو سلام نگاری کو اپنے افکار کے ذریعے بیش بہا سلاموں کا ذخیرہ عطا کیا۔ ان میں سے چند شعرا کے منتخب سلاموں کے اشعار بطور مثال پیش کیے جا رہے ہیں۔

امیر مینائی:

جو کربلا میں شاہِ شہیداں سے پھر گئے — کعبہ سے منحرف ہوئے قرآں سے پھر گئے
کافر ہوئے کہ کعبۂ دیں کو کیا خراب — مرتد ہوئے کہ قبلۂ ایماں سے پھر گئے
آسودہ دل ہوا نہ زیارت سے اے امیرؔ — سو بار آئے شوقِ فراواں سے پھر گئے(۳۵)

مولانا محمد علی جوہر:

بے تاب کر رہی ہے تمنائے کربلا — یاد آرہا ہے بادیہ پیمائے کربلا
ہے مقتلِ حسینؑ میں ابتک وہی بہار — ہیں کس قدر شگفتہ گلہائے کربلا
جو ہر مسیح و خضر کو ملتی نہیں یہ چیز — اور یوں نصیب سے تجھے مل جائے کربلا(۳۶)

ظفر علی خان:

مسلمانوں کے دل میں جذبۂ اسلام باقی ہے — قدح خواروں کے حق میں بادۂ گلفام باقی ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حسین ابنِ علیؑ کے قتل کا مقصد نہ ہم سمجھے یہ ہم پر آج تک اسلام کا الزام باقی ہے(۳۷)

حسرت موہانی:

میسر ہے شاہِ نجف کی غلامی زہے کامرانی زہے شاد کامی
ملے مجھ کو بھی مثلِ سلمان و بوذر وہی خواجہ تاشی وہی نیک نامی
نظر آئے مولا کے روضے پہ حسرتؔ عقیدت کو انوارِ حق مثلِ جامیؔ(۳۸)

محب علی محمد خاں مہاراجا محمود آباد:

دل سے جو گریاں غمِ سبطِ پیمبر میں نہیں نام اس کا خازنِ جنت کے دفتر میں نہیں
معترف ہوں میں شمارِ اہلِ جوہر میں نہیں خود پرستی کا جنوں لیکن مرے سر میں نہیں(۳۹)

بیسویں صدی میں اردو سلام نگاری کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تحت اللفظ سلام اور سوز خوانی کے سلام قبولیت عام کی سند پا چکے تھے تاہم جو جذبہ سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے وہ اسوۂ حسینی پر عمل کرنے کا پیغام ہے۔ اس دور کے نمایاں ترین سلام نگار نجم آفندی ہیں جنھوں نے اپنے سلاموں کے ذریعے شہدائے کربلا کے عزم و حوصلے، قربانیوں پایۂ استقلال اور جوش و جذبے کو واضح کرتے ہوئے مسلمانان برصغیر کے قومی بیداری کے مقصد کو ابھارا۔ سید وحید الحسن ہاشمی کی یہ رائے نجم آفندی پر صادق آتی ہے:

> نجم آفندی کے زلزلہ خیز ہمہمہ خیز اشعار سے متاثر ہو کر پورے ہندوستان میں سلاموں کی قدیم روش ختم ہوگئی۔ اب جوش و ولولہ میں ڈوبے ہوئے اشعار پسندیدۂ قلبِ ملّت ہوئے اور دیکھتے دیکھتے تقریباً چالیس، پچاس اہم شعرا سامنے آ گئے۔(۴۰)

نجم آفندی کے سلام کے ان اشعار سے ان کے افکار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

متاعِ ذہن جس دن مسلکِ شبّیر ہوجائے لہو کا رنگ بدلے دل نیا تعمیر ہوجائے
اگر انساں کو عرفانِ غمِ شبّیر ہوجائے شعورِ حرّیتِ دنیا میں عالم گیر ہوجائے(۴۱)

دورِ جدید کے سلام نگاروں شاعروں میں جوش ملیح آبادی کی اہمیت بھی مسلم ہے۔ جوش کی نظموں اور مرثیوں کی طرح ان کے سلاموں میں بھی انقلابی لہریں متحرک نظر آتی ہیں جو پڑھنے والوں کو غور و عمل کی دعوت دیتی ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ہلال نقوی کی یہ رائے اہمیت کی حامل ہے:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جوش کی تخلیقی شخصیت اور فکر و شعور کی مختلف منزلوں کو سمجھنے کے لیے ان کے ہر شعری رجحان کو دیکھنا اور پرکھنا چاہیے۔ مرثیوں کی طرح ان کے سلام بھی انھی انقلابی جذبوں کی تصویریں ہیں جن میں صبر کے آگے سر نہ جھکانے کی تلقین، انکار بیعت اور سرفروشی و سربلندی کو اولیت حاصل ہے۔[۴۲]

جوش کے سلاموں کے چند اشعار ان کے افکار کی یوں نمائندگی کرتے ہیں:

آنچ جب آنے لگے حق پر تو بہر زندگی　　موت کو بڑھ کر کلیجے سے لگانا چاہیے
تیغ کے دامن کی جب آنے لگے رن سے ہوا　　مرد کو انگڑائی لے کر مسکرانا چاہیے
آفریں اے ہمتِ مردانہ ابنِ رسولؐ　　صاحبِ غیرت کو یوں ہی موت آنا چاہیے[۴۳]

غیرتِ حق کو کہیں دیکھو نہ آجائے جلال　　ظالمو! ہولی نہ کھیلو خونِ انسانی کے ساتھ
صرف رو لینے سے قوموں کے نہیں پھرتے ہیں دن　　خوں فشانی بھی ہے لازم اشک افشانی کے ساتھ
آنکھوں میں آنسو ہیں سینوں میں شرارِ زندگی　　موجۂ آتش بھی ہو بہتے ہوئے پانی کے ساتھ[۴۴]

بیسویں صدی میں آلِ رضا کا نام اہم تصور کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر آل رضا کا لکھا ہوا ''سلام آخر'' مقبول خاص و عام ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلام خاک نشینوں پہ سوگواروں کا　　غریب دیتے ہیں پرسہ تمھارے پیاروں کا
سلام ان پہ جنھیں شرم کھائے جاتی ہے　　کھلے سروں پہ اسیری کی خاک آتی ہے
شریک حقّ درود و سلامِ پیغمبر　　سلام سیّدِ لولاک کے لُٹے گھر پر
سلام محسنِ اسلام خستہ تن لاشو!　　سلام تم پہ شہیدوں کے بے کفن لاشو
سلام تم پہ رسول و بتول کے پیارو　　سلام مہرِ شہادت کے گرد سیّارو
بچے تو اگلے برس ہم ہیں اور یہ غم پھر ہے　　جو چل بسے تو یہ اپنا سلام آخر ہے[۴۵]

جمیلؔ مظہری کا نام بھی نجمؔ اور جوشؔ کے ساتھ دورِ جدید کے سلام نگاروں کی فہرست میں اہمیت کا حامل ہے۔ سلام کے اشعار دیکھئے:

حیف وہ آنکھ جو فیاض ذرا بھی نہ ہوئی　　گہر افشاں بہ مزارِ شہدا بھی نہ ہوئی
اللہ اللہ حرِ غازی کی چمکتی تلوار　　فرش ایسا کہ حریف اس کی صبا بھی نہ ہوئی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

آپ کی روح کو یا حضرتِ زینب ہو سلام بے کسی آپ کی ممنونِ ردا بھی نہ ہوئی(۴۶)

بیسویں صدی کے دیگر سلام نگار شعرا میں اثر لکھنوی، رزم ردولوی، احسان دانش، حفیظ جالندھری، ماہرالقادری، برقؔ موسوی، شاہد صدیقی، نواب میر شجاعت علی خاں شجیع، محمد باقر امانت خانی، راغب مراد آبادی، ڈاکٹر سیّد صفدر حسین، سیماب اکبر آبادی، افسر صدیقی، تابش دہلوی، سید محمد امیر امام حر، ضیا الحسن موسوی، حنیف اسعدی، زائر امروہوی، ساحر لکھنوی، شوکت تھانوی، صبا اکبر آبادی، ظفر جون پوری فیض، بھرت پوری، کرارنوری، محسن اعظم گڑھی اور جناب نسیم امروہوی، محمد مصطفیٰ جوہر، رشید ترابی، بہزاد لکھنوی اور قیصر بارہوی شامل ہیں۔ بیسویں صدی کے وسط آخر میں شعرا کی کثیر تعداد سلام نگاری کا رجحان بڑھتا نظر آتا ہے۔ جن شعرا نے سلام کہے ہیں، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: شاہد نقوی، ڈاکٹر وحید اختر، کالی داس گپتا، سیف زلفی، کوثر نقوی، وحید الحسن ہاشمی، مشکور حسین یاد، عاصی کرنالی، عاصم گیلانی، احمد ندیم قاسمی، ظہیر منہاس، زاہر فتح پوری، ناصر زیدی، محسن احسان، خالد احمد، سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر شبیہ الحسن، وقار محسن، حسن عسکری کاظمی، گلزار بخاری، اختر ہاشمی، شمیم ردولوی، حسن رضوی، ساحر فیض آبادی، ابرار عابد، وصی الحسن نقاشؔ، مظفر وارثی، خیال امروہوی، نقاش کاظمی، جعفر شیرازی، معجز جون پوری، کامل جونا گڑھی، فیض محمد گوہر اور محسن نقوی وغیرہ۔ موجودہ دور کے سلاموں کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سلام نگار شعراء کے نزدیک سلام نگاری محض گریہ وزاری کا ہی نام نہیں بلکہ واقعۂ کربلا سے حاصل کی جانے والی آگہی کو، قلم وقرطاس کے ذریعے عوام الناس کے ذہنوں میں منتقل کیا جائے۔ اس ضمن میں انھوں نے اپنے سلاموں میں ان تہذیبی اقدار اور سماجی رویوں کا خاص خیال رکھا ہے جو خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنیادی وصف ہیں۔ بیسویں صدی کی سلام نگاری فکر ونظر کے ان زاویوں کو جلا بخشتی ہے جن سے جدید شعرائے اردو متمسک ہیں اور ان کے نزدیک کردارِ حسینیؑ کے ذریعے سے ہی معاشرے میں، اپنی قوم کے حالات کو بہتر کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

حواشی

۱۔ علی جواد زیدی (مرتبہ)، ''انیس کے سلام''، (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۱ء)، ص ۱۷

۲۔ علامہ شبلی نعمانی، ''موازنہ انیس و دبیر''، (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۶۲ء)، ص ۲۴۰

۳۔ شارب ردولوی، ''انیس کے سلام''، مشمولہ ''انیس شناسی''، مرتبہ پروفیسر گوپی چند نارنگ، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۱ء)، ص ۳۸۵۔۳۸۶

۴۔ سیّد وحید الحسن ہاشمی، ''اردو میں سلام نگاری'' مشمولہ ماہ نامہ ''شام وسحر''، لاہور، جولائی ۱۹۹۲ء، ص ۳۳

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

۵۔ ڈاکٹر سیّدہ زہرا بیگم،''اردو میں صنفِ سلام کی روایت''، (حیدرآباد دکن: بوستان اشہر، ۲۰۰۸ء)،ص ۶۹، باراوّل
۶۔ علی جواد زیدی (مرتب)،''انیس کے سلام''،ص ۲۲
۷۔ ایضاً،ص ۲۱ تا ۲۳
۸۔ ایضاً،ص ۲۴ تا ۲۷
۹۔ شیخ چاند،''سودا''، (حیدرآباد دکن: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۳۶ء)،ص ۳۲۲
۱۰۔ مرزا رفیع سودا،''کلیاتِ سودا''، (جلد دوم)، (لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور، ۱۹۳۲ء)،ص ۱۳۴
۱۱۔ میر تقی میر،''مراثیِ میر''، مرتبہ ڈاکٹر مسیح الزماں، (لکھنؤ: انجمنِ محافظِ اردو، ۱۹۵۱ء)،ص ۲۰۳
۱۲۔ علی جواد زیدی (مرتب)،''انیس کے سلام''،ص ۲۸
۱۳۔ ڈاکٹر سیّد تقی مقام حسین جعفری،''صنفِ سلام اور اُس کا عہد بہ عہد ارتقا''، (کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۰ء)،ص ۲۶
۱۴۔ علی جواد زیدی (مرتب)،''انیس کے سلام''،ص ۳۰
۱۵۔ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب،''اسلافِ میر انیس''، (لکھنؤ: نظامی پریس، ۱۹۷۰ء)،ص ۱۵۱، باراوّل
۱۶۔ ڈاکٹر سیّد تقی مقام حسین جعفری،''صنفِ سلام اور اُس کا عہد بہ عہد ارتقا''،ص ۲۴۔۲۶
۱۷۔ مصحفی،''ریاض الفصحا''، مرتبہ مولوی عبدالحق، (حیدرآباد دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۴ء)،ص ۱۸۰
۱۸۔ ڈاکٹر سیّد تقی مقام حسین جعفری،''صنفِ سلام اور اُس کا عہد بہ عہد ارتقا''،ص ۲۶
۱۹۔ امداد امام اثر،''کاشف الحقائق'' (جلد دوم)، (لاہور: معین الادب، ۱۹۵۶ء)،ص ۱۹۳
۲۰۔ علی جواد زیدی (مرتب)،''انیس کے سلام''،ص ۶۷
۲۱۔ سیّد یوسف حسین شائق لکھنوی (مرتب)،''تجلیاتِ انیس''، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۶ء)،ص ۲۹، باراوّل،
۲۲۔ علی جواد زیدی (مرتب)،''انیس کے سلام''،ص ۱۷۸
۲۳۔ ایضاً،ص ۵۱
۲۴۔ ایضاً،ص ۱۲۳
۲۵۔ ایضاً،ص ۵۳
۲۶۔ ایضاً،ص ۹۷
۲۷۔ ایضاً،ص ۲۰
۲۸۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری،''میر انیس: حیات اور شاعری''، (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء)،ص ۱۷۵
۲۹۔ علی جواد زیدی (مرتب)،''انیس کے سلام''،ص ۸۳
۳۰۔ ایضاً،ص ۱۶۹
۳۱۔ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی (مرتب)،''سلکِ سلام دبیر''، (لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۴ء)،ص ۱۱۲
۳۲۔ ایضاً،ص ۱۱۸
۳۳۔ چودھری سیّد نظیر الحسن فوق رضوی،''المیزان''، (علی گڑھ: مطبع فیضِ عام، ۱۹۱۴ء)،ص ۴۸۵۔۴۸۶
۳۴۔ غالب،''دیوانِ نعت و منقبت، محقق و مدوّن ڈاکٹر سیّد تقی عابدی، (نئی دہلی: شاہد پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)،ص ۲۶۴
۳۵۔ مجلّہ''حیاتِ جاوداں سلسلۂ تذکرۂ کربلا''، (کراچی: کل پاکستان حلقہ ادب، ۱۴۰۴ھ)،ص ۲۷

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۳۶۔ سیّدعلی رضوی (مرتب)، ''حسینؑ پر سلام''، (کراچی: میر انیس اکادمی ۱۹۸۶ء)،ص ۱۷۷، باراوّل
۳۷۔ جعفرنقوی اور زہرانقوی (مرتبین)، ''علقمہ کے ساحل پر''، (کراچی: العباس پرنٹرز، ۱۹۶۴ء)ص ۳۳۸
۳۸۔ حسرت موہانی، ''کلیات''، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ۱۹۶۸ء)ص ۲۶۸۔۲۶۹
۳۹۔ مہاراجا سیّد محمد علی محمد خاں، ''مراثیِ محب''، (الہ آباد: اسرارِ کریمی پریس، ۱۹۶۰ء)،ص ۱۹۱
۴۰۔ سیّد وحید الحسن ہاشمی، ''اردو میں سلام نگاری''،ص ۳۶
۴۱۔ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی، (محقق و مدوّن)، ''کائناتِ نجم'' (جلد دوم)، (نئی دہلی: شاہد پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)،ص ۹۵۸
۴۲۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن''، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء)،ص ۱۲۵۔۱۲۶
۴۳۔ ڈاکٹر ہلال نقوی (محقق و مدوّن)، ''عرفانیاتِ جوش''، (کراچی: ادارۂ احیائے تراثِ اسلامی، ۲۰۱۱ء،ص ۱۲۴، بار دوم
۴۴۔ ایضاً،ص ۱۲۸
۴۵۔ ڈاکٹر سیّدہ زہرا بیگم، ''اردو میں صنفِ سلام کی روایت''،ص ۲۹۳
۴۶۔ جمیل مظہری، ''عرفانِ جمیل''، مرتبہ ڈاکٹر سیّد صفدر حسین، (لاہور: بارگاہِ ادب، ۱۹۶۹ء،ص ۵۶، باراوّل

مآخذ

۱۔ اثر، امداد امام، ''کاشف الحقائق'' (جلد دوم)، لاہور: معین الادب، ۱۹۵۶ء
۲۔ ادیب، سیّد مسعود حسن رضوی، سیّد، ''اسلافِ میر انیس''، لکھنؤ: نظامی پریس، ۱۹۷۰ء، باراوّل
۳۔ جعفری، قمقام حسین، سیّد، ڈاکٹر، ''صنفِ سلام اور اُس کا عہد بہ عہد ارتقا''، کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۰ء
۴۔ چاند، شیخ، ''سوداؔ''، حیدرآباد دکن: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۳۶ء
۵۔ خاں، مہاراجا سیّد محمد علی محمد، ''مراثیِ محب''، الہ آباد: اسرارِ کریمی پریس، ۱۹۶۰ء
۶۔ ردولوی، شارب، ''انیس کے سلام''، مشمولہ ''انیس شناسی''، مرتبہ پروفیسر گوپی چند نارنگ، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۱ء
۷۔ رضوی، چودھری، سیّد نظیر الحسن فوق، ''المیز ان''، علی گڑھ: مطبع فیضِ عام، ۱۹۱۴ء
۸۔ رضوی، سیّد علی (مرتب)، ''حسینؑ پر سلام''، کراچی: میر انیس اکادمی ۱۹۸۶ء، باراوّل
۹۔ زہرا بیگم، سیّدہ، ڈاکٹر، ''اردو میں صنفِ سلام کی روایت''، حیدرآباد دکن: بوستان اشہر، ۲۰۰۸ء، باراوّل
۱۰۔ زیدی، علی جواد (مرتبہ)، ''انیس کے سلام''، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۱ء
۱۱۔ سوداؔ، مرزا رفیع، ''کلیاتِ سوداؔ''، (جلد دوم)، لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور، ۱۹۳۲ء
۱۲۔ عابدی، سیّد تقی، ڈاکٹر (مرتب)، ''سلکِ سلام دبیر''، لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۴ء
۱۳۔ ______، (محقق و مدوّن)، ''کائناتِ نجم'' (جلد دوم)، نئی دہلی: شاہد پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء
۱۴۔ غالب، ''دیوانِ نعت و منقبت، محقق و مدوّن ڈاکٹر سیّد تقی عابدی، نئی دہلی: شاہد پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء
۱۵۔ فرمان، فتح پوری، ڈاکٹر، ''میر انیس: حیات اور شاعری''، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء
۱۶۔ لکھنوی، سیّد یوسف حسین شائق (مرتب)، ''تجلیاتِ انیس''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۶ء، باراوّل،
۱۷۔ مصحفیؔ، ''ریاض الفصحا''، مرتبہ مولوی عبدالحق، حیدرآباد دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۴ء
۱۸۔ مظہری، جمیل، ''عرفانِ جمیل''، مرتبہ ڈاکٹر سیّد صفدر حسین، لاہور: بارگاہِ ادب، ۱۹۶۹ء، باراوّل

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۹۔ موہانی، حسرت، ''کلیات''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ۱۹۶۸ء
۲۰۔ میرؔ، میر تقی، ''مراثیِ میر''، مرتبہ ڈاکٹر مسیح الزماں، لکھنؤ: انجمن محافظ اردو، ۱۹۵۱ء
۲۱۔ نعمانی، شبلی، علامہ، ''موازنہ انیس و دبیر''، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۶۲ء
۲۲۔ نقوی، جعفر اور نقوی، زہرا (مرتبین)، ''علقمہ کے ساحل پر''، کراچی: العباس پرنٹرز، ۱۹۶۴ء
۲۳۔ نقوی، ہلال، ڈاکٹر، ''جوش ملیح آبادی: شخصیت اور فن''، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء
۲۴۔ ـــــــــــ، (محقق و مدوّن)، ''عرفانیاتِ جوش''، کراچی: ادارۂ احیاے تراثِ اسلامی، ۲۰۱۱ء، بار دوم

جرائد و مجلّات

۱۔ ماہ نامہ ''شام و سحر''، لاہور، جولائی ۱۹۹۲ء
۲۔ مجلّہ ''حیاتِ جاوداں سلسلۂ تذکرۂ کربلا''، کراچی: کل پاکستان حلقۂ ادب، ۱۴۰۴ھ